حکیم صاحب کو اس بات کا بھی بڑا قلق تھا کہ پاکستان میں تعلیم کو نظرانداز کر کے قوم کو جاہل رکھا گیا ہے۔ وہ کہتے تھے کہ پاکستان کے سیاست دان اور صاحبانِ اقتدار اگر پاکستان کے دوست ہوتے تو پاکستان میں اولیت تعلیم کو حاصل ہوتی (ص ۱۰۵)۔ اسی طرح اُن کے خیال میں علماے کرام کو نفاذِ اسلام کے ساتھ تعلیمی نفاذ کی بات بھی کرنی چاہیے۔ کیونکہ ''جب تک تعلیمی انقلاب اسلامی برپا نہیں کیا جائے گا' اسلامی انقلاب نہیں آئے گا'' (ص ۱۰۶)۔ ان کی زندگی کی اوّلین و آخرین خواہش یہ تھی کہ وطن کے ہر انسان کو صحت اور تعلیم کی سہولت میسر ہو۔ انھیں افسوس تھا کہ ہم نے اپنے نصاب تعلیم اور نظام تعلیم میں لوگوں کو پاکستان سے محبت کرنے کا کوئی درس نہیں دیا (ص ۱۷)۔ مرحوم کو اپنی زندگی ہی میں جو شہرت اور عزت حاصل ہوئی' وہ کم ہی لوگوں کو نصیب ہوتی ہے۔ اس کتاب کو پڑھتے ہوئے اندازہ ہوتا ہے' کیوں؟

اشاعتی پیش کش' ہمدرد کے عمدہ معیار کے مطابق ہے۔ (ر - ہ)

بھارت میں چار ہفتے' سید علی اکبر رضوی۔ ناشر: جاوداں پبلشرز' رضویہ سوسائٹی' کراچی۔ صفحات: ۲۶۲۔ قیمت: ۳۰۰ روپے۔

گذشتہ نصف صدی میں ہزاروں نہیں لاکھوں انسانوں نے پاکستان سے بھارت کا سفر کیا اور سیکڑوں افراد نے اس وسیع و عریض ملک کے جس حصے کا بھی سفر کیا اس کے بارے میں اپنے مشاہدات' تجربات اور تاثرات قلم بند کیے۔ زیرنظر سفرنامہ بھارت میں چار ہفتے اسی سلسلے کی کڑی ہے۔

ہر سفرنامے کے مصنف کا میدانِ عمل' اسلوب تحریر' زاویہ نگاہ اور اندازِ بیان دوسرے سے مختلف ہوتا ہے اسی لیے یہ صنف ادب زیادہ دل چسپی سے پڑھی جاتی ہے۔ سید علی اکبر' اعظم گڑھ میں پیدا ہوئے' اور بنارس یونی ورسٹی ان کی مادرِ علمی رہی۔ اب بھی ان کے بعض اعزہ و اقارب وہیں مقیم ہیں۔ اس پس منظر کے ساتھ بھارت کے بارے میں ان کی معلومات کا دائرہ خاصا وسیع ہے' چنانچہ ان کے مشاہدات میں گہرائی ہے۔ لکھنؤ' بنارس' اعظم گڑھ' علی گڑھ' کلکتہ اور دہلی کے سفر کی یہ داستان دل چسپ ہے۔ اس سفرنامے کا ایک پہلو ایسا بھی ہے جو بھارت کے دیگر سفرناموں میں نہیں ملتا اور وہ یہ کہ اس سفر میں علی اکبر صاحب بیسیوں مذہبی (خصوصاً شیعی تعلیمی) اداروں میں گئے (زیادہ تر لکھنؤ میں) جن سے متعلق کتاب میں نادر معلومات درج ہیں۔ کتاب میں ۶۰ سے زائد تصاویر بھی شامل ہیں۔ (عبداللہ شاہ ہاشمی)